بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

'روشن خیالی' چہ معنی دارد؟

''ہمیں انتہا پسند مولویوں کے اسلام کی ضرورت نہیں ہے، اگر کسی کو برقعہ اور داڑھی پسند ہے تو اسے اپنے گھر تک محدود رکھے۔ ہم انہیں برقعہ/داڑھی ملک پر مسلط نہیں کرنے دیں گے۔''
(نوائے وقت: ۱۶/دسمبر ۲۰۰۴ء)

''بعض شدت پسند مذہبی تنظیمیں ہمیں کئی صدیاں پیچھے لے جانا چاہتی ہیں۔ ہمیں زمانے کے ساتھ چلنا ہوگا۔ مذہبی جنونی چاہتے ہیں کہ میں چوری کرنے والے لوگوں کے ہاتھ کاٹ دوں۔ کیا میں سب غریبوں کے ہاتھ کاٹ کر قوم کو 'ٹنڈا' بنا دوں؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ شدت پسند عناصر ہم پر اپنا مرضی مسلط کرنا چاہتے ہیں لیکن ان اقلیتی لوگوں کو علم ہونا چاہئے کہ ہم اکیسویں صدی میں جی رہے ہیں۔ ہم انتہا پسندوں کو اپنے خیالات ٹھونسنے کی اجازت نہیں دیں گے۔'' (لندن میں خطاب: نوائے وقت: ۸/دسمبر ۲۰۰۴ء)

''خواتین کو گھروں میں بند رکھنا ایک رجعت پسند نظریہ ہے۔ نقاب میں چھپی خواتین اسلام کی پسماندہ تصویر کشی کر رہی ہیں۔ کچھ لوگ خواتین کو گھروں کے اندر رکھنا اور انہیں پردہ کروانا چاہتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔'' (بی بی سی کو انٹرویو: نوائے وقت: ۸/دسمبر ۲۰۰۴ء)

''پسماندہ اسلام ملکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، کسی نے داڑھی رکھی ہے تو بسم اللہ۔ مجھے نہ کہو کہ میں داڑھی رکھوں، میں داڑھی نہیں رکھنا چاہتا۔ فلمی پوسٹر، میوزک، داڑھی نہ رکھنا، خواتین کا برقعہ نہ پہننا، شلوار قمیص، پینٹ اور ایل ایف او چھوٹے معاملات ہیں، انہیں ایشو نہ بنائیں۔ یہ چھوٹی سوچ اور چھوٹے ذہن کی بات ہے۔ پاکستان کو بڑے چیلنج درپیش ہیں!!

ایشو یہ ہے کہ ملک میں کون سا نظام ہونا چاہئے؟ ہمیں تہذیب یافتہ اور جدید اسلام چاہئے۔ پاکستانی معاشرے میں طالبان طرز کے اسلام کی کوئی جگہ نہیں۔ ایسے اسلام سے سارے منصوبے دھرے رہ جائیں گے۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ غیر اسلامی ملک ہے؟ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے مگر ہمیں ایسا اسلام نہیں چاہئے جو معاشرے کو پسماندہ رکھے۔ ہم ترقی پسند

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے حق میں ہیں۔ فیصلہ کریں طالبان والا اسلام چاہئے یا ترقی پسند؟ ہمیں عالمی سطح پر دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے۔ علما ہوش مندی سے کام لیں۔

قائداعظم اور علامہ اقبال کا تصور ترقی پسند پاکستان تھا، مذہبی ریاست نہیں۔ نفاذِ اسلام کے لئے لوگوں کے ذہنوں اور دلوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ پوری قوم برداشت والا کلچر چاہتی ہے۔ اسلام میں سب کے حقوق محفوظ ہیں۔ اس کی قدر کو سمجھیں۔''

(کوہاٹ میں خطاب: نوائے وقت ۱۱ جون ۲۰۰۳ء)

یہ بیانات ترکی جیسی کسی ریاست کے سربراہ کے نہیں ہیں جس کا آئین سیکولر ہے، یہ ارشاداتِ عالیہ کسی ایسے مسلمان ملک کے صدر کے بھی نہیں ہیں جس کا تعلق بعث پارٹی جیسی ملحدانہ نظریات کی حامل جماعت سے ہو، افسوس اور تعجب تو اس بات پر ہے کہ اسلامی شعائر کی کھلی تضحیک پر مبنی یہ 'جلالی خطابات' ایک ایسی مملکت کے سربراہ کی طرف سے دیئے گئے ہیں جس کے آئین کے مطابق اسلام ریاست کا سرکاری مذہب ہے۔ اسی آئین کا آرٹیکل کہتا ہے کہ یہ مملکت کی پالیسی ہوگی کہ یہاں اسلام کے طرزِ حیات (Islamic way of life) پر عمل پیرا ہونے کے لئے عوام کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور اس کے لئے سازگار فضا قائم کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

بانی پاکستان محمد علی جناح نے بارہا فرمایا کہ قیامِ پاکستان کا مطلب محض ایک خطہ ارضی کا حصول نہیں ہے بلکہ اس کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ یہاں مسلمان اسلامی اقدار، اسلامی ثقافت اور اسلام کے شاندار اصولوں پر آزادانہ طور پر عمل کرسکیں۔

داڑھی اور پردہ کو ہمیشہ اسلامی شعائر اور اسلام کی تہذیبی و معاشرتی اقدار کا مظہر سمجھا جاتا رہا ہے مگر آج جنرل پرویز مشرف کی جانب سے ان اسلامی اقدار کے متعلق استہزا اور ناپسندیدگی کا نہایت بے باکانہ انداز میں اظہار کیا جارہا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اسلامی طرزِ حیات کو فروغ دینے کے لئے آئینی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے عملی اقدامات اُٹھاتے، اُنہوں نے اپنے بیانات کے ذریعے واضح اشارہ دیا ہے کہ آئین میں جو کچھ درج ہے، وہ اس کے خلاف اقدامات کرنے کی تیاری کرچکے ہیں۔ ان کے بیانات سے یہ استنباط کرنا کوئی دور

www.KitaboSunnat.com

از کار تاویل نہیں ہے کہ وہ اس ملک کا اسلامی تشخص ختم کر کے اسے سیکولر شناخت دینا چاہتے ہیں تاکہ اہل مغرب کی نگاہ میں اسے قبولیت حاصل ہو سکے۔

۱۹/دسمبر ۲۰۰۴ء کو صدارتی ترجمانی نے وضاحت کی:

''کراچی میں صدر مشرف کے مسلم لیگی کارکنوں سے خطاب کے حوالے سے اخبارات میں کچھ جملے سیاق وسباق سے ہٹ کر شائع کئے گئے۔ ترجمان نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون بہتر مسلمان ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی خواہشات دوسروں پر مسلط کرے۔ صدر نے کہا تھا کہ برقعہ اور داڑھی لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے اور ہر کسی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق عمل کرے لیکن کسی کو اپنے خیالات دوسروں پر مسلط کرنے کا حق نہیں۔'' (روزنامہ خبریں: ۱۹/دسمبر ۲۰۰۴ء)

صدارتی ترجمان نے یہ وضاحت نہیں کی کہ جناب صدر کا روئے سخن کس کی جانب تھا؟ انہیں چاہئے تھا کہ وہ نشاندہی فرماتے کہ پاکستان میں فلاں گروہ یا جماعت یا کوئی فرد لوگوں کو زبردستی داڑھیاں رکھوانے اور عورتوں کو برقع پہنانے میں 'ملوث' ہے جسے بروقت انتباہ کی صدرِ مملکت کو ضرورت پیش آئی۔ داڑھی رکھنا اور برقعہ پہننا اگرچہ اسلامی شعائر میں داخل ہے اور اسے قرآن وسنت کی رو سے مسلمانوں کے لئے نہ صرف باعثِ ثواب قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کی پابندی نہ کرنے والا مسلمان اسلام کی نظر میں گناہ کا مرتکب ہے۔ مگر کوئی بھی ایسی جماعت یا گروہ ریکارڈ پر نہیں ہے جسے بے پردہ عورتوں کو زبردستی برقعہ پہناتے دیکھا گیا ہو یا بے ریش آدمیوں کو داڑھی نہ رکھنے کی پاداش میں جبر کا شکار کرتے پایا گیا ہو۔ جب حقیقت میں کوئی ایسی مہم یا تحریک سرے سے وجود ہی نہیں رکھتی تو پھر صدر صاحب کے یہ کلمات بلا جواز ہی نہیں، ان کے عالی قدر منصب کے شایانِ شان بھی نہیں ہیں۔ وہ ذاتی حیثیت میں خواہ کتنے بھی سیکولر ہوں، انہیں مذہب پسندوں سے کتنی ہی نفرت کیوں نہ ہو، مگر بحیثیتِ صدر پاکستان کے ان سے اسی طرح کی بے سروپا باتوں اور اسلامی شعائر کے متعلق قابل اعتراض ریمارکس کی کوئی بھی سلیم الفکر شخص توقع نہیں رکھ سکتا۔

صدر صاحب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کوئی کسی کو زبردستی داڑھی رکھوا سکتا ہے اور نہ کسی آزاد خیال عورت کو برقعہ پوش پر مجبور کرسکتا ہے۔ داڑھی رکھنا صرف 'مولویوں' کا ہی شیوہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے، بہت جدید تعلیم یافتہ حتیٰ کہ شوبز سے تعلق رکھنے والے بھی داڑھیاں رکھ لیتے ہیں۔ ۱۴/ اگست ۲۰۰۴ء کو صدر پرویز مشرف نے ایک تقریب میں معروف گلوکار جنید جمشید کے ساتھ 'دل دل پاکستان' والا گانا گایا۔ جنید جمشید وہ نوجوان ہے جس نے پاکستان میں پاپ میوزک کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مگر آج وہ تبلیغی جماعت میں شامل ہوکر ایک متشرع باریش داعی بن گیا ہے۔ اسی طرح پاکستان کرکٹ ٹیم کے مایہ ناز کھلاڑی سعید انور کی مثال ہے، کیا ایسے نوجوانوں پر کوئی اپنی رائے مسلط کرسکتا ہے؟

یہ کوئی بہت پرانی بات نہیں ہے جب داڑھی دنیا کی ہر تہذیب میں مختلف صورتوں کے ساتھ تہذیبی قدر کا درجہ رکھتی تھی اور بے ریش آدمیوں کی اس طرح تحقیر کی جاتی تھی جس طرح کہ آج کا مادر پدر آزاد طبقہ متشرع حضرات کو استہزا کا نشانہ بناتا ہے۔ ذرا اُنیسویں صدی کے آخری برسوں پر نگاہ ڈالئے جب انگلینڈ میں ملکہ وکٹوریہ کی حکومت تھی۔ 'ملکہ حضور' کے خاوند شہزادہ البرٹ اور دونوں بیٹے ایڈورڈ اور جارج جو بعد میں برطانیہ کے بادشاہ بنے، سب کی لمبی داڑھیاں تھیں۔ روس کا آخری زار جو ملکہ وکٹوریہ کا عزیز تھا، لمبی داڑھی والا انسان تھا۔ انہی دنوں ملکہ وکٹوریہ کا نواسہ ولیم جرمنی کا بادشاہ تھا، اس کی بھی داڑھی تھی۔ فرانس، برطانیہ، جرمنی، اسپین اور آسٹریا کے بادشاہوں کی تصاویر اُٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو اکثر باریش ملیں گے۔

لاہور میں گورنر ہاؤس کے دربار ہال میں پنجاب کے انگریز گورنروں کی تصاویر آویزاں ہیں، ان میں سے بہت سے حضرات باریش ہیں۔ اُنیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں یورپ کے معروف فلسفیوں، دانشوروں، ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں کی تصاویر بھی گواہی دیتی ہیں کہ داڑھی اس وقت کے حکما و دانشوروں کو بے حد مرغوب تھی۔ کارل مارکس، سگمنڈ فرائیڈ، ٹالسٹائی، برنارڈ شا، ڈی ایچ لارنس، ڈارون، ہیگل اور متعدد دیگر افراد کی گھنی اور لمبی داڑھیاں تھیں۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان بادشاہوں میں شاید اکبر اور جہانگیر ہی ایسے بادشاہ گزرے جن کی داڑھیاں نہیں تھیں۔

جنرل پرویز مشرف صاحب 'روشن خیالی' کا بہت چرچا فرماتے ہیں اگر وہ 'روشن خیالی' کے علمبردار دانشوروں کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں تو اُنہیں یقین کرنا پڑے گا کہ داڑھی کو 'روشن

www.KitaboSunnat.com

خیالی' ثابت کرنے کے لئے برقعہ اور داڑھی کی تحقیر کرکے گناہ کے مرتکب ہورہے ہیں۔ انہیں کیوبا کے اشتراکی صدر فیڈل کاسترو اور ویت نام کے معروف راہنما ہوچی منہ کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ اگر آج ۹/ستمبر کے واقعہ کے بعد امریکی ہر داڑھی والے مسلمان کو دیکھتے ہی اس کے 'دہشت گرد' ہونے کا واویلا مچانا شروع کردیتے ہیں تو ہمیں ان کے اس واویلا پر پریشان ہونے کی بجائے جرأت مندی سے حقائق کا سامنا کرنا چاہئے۔ نجانے امریکی ذرائع ابلاغ 'داڑھی' کے خلاف اس قدر پراپیگنڈہ کیوں کررہے ہیں، حالانکہ ۹/ستمبر کے واقعہ میں ملوث جن ۱۹/نوجوانوں کا نام لیا جاتا ہے، ان میں اکثر بے ریش تھے۔

۹/ستمبر کے بعد تو 'القاعدہ' کی وجہ سے اہل مغرب کو داڑھی فوبیا (Beard phobia) ہوگیا ہے۔ کئی مرتبہ پریس میں ایسی خبریں شائع ہوئی ہیں کہ لندن کے فلاں ہوٹل میں جب ایک باریش شخص داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی کئی افراد نے ہوٹل کی کھڑکیوں سے 'اسامہ، اسامہ' چلاتے ہوئے چھلانگیں لگا دیں۔ ایک دفعہ یہ خبر شائع ہوئی کہ امریکہ کے کیلی فورنیا ائیرپورٹ پر ایک مسافر بردار طیارہ پرواز کرنے ہی والا تھا کہ جہاز میں ایک باریش شخص کی موجودگی کی وجہ سے جہاز کے عملہ نے پرواز سے انکار کردیا۔ جب تک جہاز میں بیٹھی ہوئی تمام سواریوں اوران کے سفری سامان کی نئے سرے سے پڑتال مکمل نہ کرلی گئی، جہاز کو اُڑنے کی اجازت نہ دی گئی۔ اور بے چارے داڑھی والے بے گناہ مسافر کو کئی گھنٹے زیرحراست رکھ کر اذیت سے دوچار کیا گیا۔ انگلینڈ کے حوالہ سے خبر شائع ہوئی کہ وہاں ایک گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں نے جب ایک داڑھی والے شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا تو دوڑ لگا دی۔

ہمارے ایک جاننے والے صحافی نے واقعہ سنایا کہ لندن کی ایک عمارت میں وہ لفٹ پرسوار تھے، اس میں کچھ خواتین اور ان کے بچے بھی تھے۔ ٹارزن کی فلمیں دیکھنے والے ان انگریز بچوں نے اُنہیں دیکھ کر چیخنا چلانا شروع کردیا۔ وہ بار بار وحشت زدگی کے عالم میں ان پر نگاہ ڈالتے تھے اور آنکھیں بند کرکے لفٹ کی دیوار سے چپک جاتے تھے۔ وہ صحافی بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اس عمارت کی اٹھارویں منزل پر جانا تھا مگر ان بچوں کی وحشت زدگی اور ان کی ماؤں کی شدید بدحواسی کا لحاظ کرتے ہوئے وہ بالآخر ساتویں منزل پر اُتر گئے

www.KitaboSunnat.com

اور بقیہ منازل سیڑھیوں کے ذریعے طے کیں۔ انہوں نے لطیف طنزیہ لہجے میں کہا کہ

''داڑھی کی برکت سے مجھے 'جبری ورزش' سے گزرنا پڑا۔''

فاضل صدارتی ترجمان نے یہ وضاحت نہیں کی کہ صدر مملکت داڑھی والوں کے متعلق اس نفسیاتی اُلجھن کا شکار کیوں ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ جن نوجوان نے صدر مشرف صاحب پر قاتلانہ حملے جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا، وہ داڑھی والے تھے، تب بھی ان مٹھی بھر انتہا پسندوں کی وجہ سے پاکستان کے وہ لاکھوں بے گناہ اور دین دار افراد جو شرعی تقاضے کی تکمیل کرتے ہوئے داڑھی رکھے ہوئے ہیں؛ صدر صاحب کے اس عمومی استہزا کے سزاوار کیونکر ہوسکتے ہیں؟

ہماری اس رائے میں غلطی کا احتمال ہوسکتا ہے، مگر ہمیں یہ جان کر بے حد تعجب ہوتا ہے کہ صدر صاحب کی زبانِ معجز بیان سے اس طرح کے بیانات اس وقت کچھ زیادہ ہی تواتر سے جاری ہونا شروع ہوجاتے ہیں جب وہ امریکہ جانے کا عزم فرماتے ہیں یا جب 'روشن خیالی' کی اس عظیم سرزمین پر قدم رنجہ فرمانے کے بعد وہ واپس تشریف لاتے ہیں۔ گزشتہ سال جب امریکہ کے دورے میں ابھی چند روز باقی تھے تو کوہاٹ میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے جوارشاد فرمایا وہ اس مضمون کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔

داڑھی اور برقعہ کے متعلق ان کے تازہ بیانات کی 'شانِ نزول' بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ ۷/ دسمبر ۲۰۰۴ء کو امریکی صدر جارج بش سے شرفِ ملاقات کے بعد جب جنرل صاحب انگلینڈ پہنچے تو اُنہوں نے وہاں پاکستانیوں سے خطاب کرتے ہوئے جو کچھ ارشاد فرمایا، وہ بھی اس مضمون کے شروع میں نقل کیا جاچکا ہے۔

دوسرے دن وہ فرانس تشریف لے گئے تو ان کے خطاب میں بے باکی کا رنگ اور طبیعت کا بہاؤ چڑھتے دریا کی موج بن کر اُمڈ پڑا۔ داڑھی اور برقعہ نے انکے قلب پر جو گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، اس کا اظہار کرنے میں وہ مجبور دکھائی دیئے۔ اُنہوں نے اہل مجلس سے مخاطب ہوتے ہوئے مولویوں کو تختۂ مشق بنانے کے بعد داڑھی اور برقعہ کو ایک دفعہ پھر رجعت پسندانہ اسلام کی علامت قرار دیتے ہوئے سامعین پر اپنے 'روشن خیال' ہونے کا رعب جمانا چاہا۔

www.KitaboSunnat.com

جناب پرویز مشرف نے جب 'آزادی اور حریت' کی اس زمین پر قدم رکھا تو اس سے ایک دن پہلے ہمارے اخبارات میں فرانس کے حوالہ سے خبر شائع ہوئی کہ وہاں کے مختلف سکولوں کی ۴۸ مسلمان طالبات کو سکارف پہننے کے 'جرم' کی پاداش میں سکول سے خارج کردیا گیا ہے۔ وہ ننھی جانیں جو سیکولر فرانسیسی معاشرے میں دین اسلام کی اعلیٰ تہذیبی قدروں کی شمعیں جلائے ہوئے اس قدر ایثار اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کررہی ہیں، نہیں معلوم ان کی نگاہوں سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر مملکت کا یہ 'روشن خطبہ' گزرا یا نہیں، ہماری دعا ہے کہ ان کے معصوم کان اس شعلہ نوائی سے محروم رہے ہوں اور ان کی آنکھیں یہ بیان نہ دیکھ سکی ہوں، ورنہ نجانے ان کے ننھے قلوب پر یہ بات کس قدر گراں بار ہوتی۔

ممکن ہے اپنی فہم میں صدر صاحب نے اہل فرانس کو پاکستان کے 'اعتدال پسند' اور 'روشن خیال' ریاست ہونے کا یقین دلانے کے لئے ایسے بیان کی ضرورت محسوس کی ہو، کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ فرانس جیسے روشن خیال اور اعتدال پسند ملک کے اربابِ اقتدار سے شکایتاً نہیں تو وضاحتاً ہی یہ دریافت تو فرماتے کہ آخر ان معصوم بچیوں نے ایسے کون سے سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ ان پر تعلیم کے دروازے ہی بند کردیے گئے ہیں۔ وہ مروّت کے تقاضوں کا پورا خیال رکھتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار تو کرسکتے تھے کہ فرانس جیسے ملک میں اگر کوئی مرد وعورت بالکل فطری لباس میں بازار میں چہل خرامی کا شوق پورا کرنا چاہے تو ریاست کا قانون اس کی اس آزادی کی راہ میں مزاحم نہیں ہوتا۔

اور یہ کوئی مفروضہ نہیں، گزشتہ انتخابات میں فرانس کی ایک اداکارہ جو الیکشن لڑ رہی تھیں، انہوں نے بارہا پیرس کے بھرے بازاروں میں اس 'حریتِ عملی' کا مظاہرہ بھی کیا۔ جناب صدر پوچھ تو لیتے کہ بے لباسی جہاں کوئی اخلاقی یا قانونی جرم نہیں ہے، وہاں معصوم بچیوں کا سکارف سے سر کو ڈھانپنا کیونکر باعثِ گرفت ہوسکتا ہے؟ ہم یہ سوچنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ کیا یہ محض حسن اتفاق ہے کہ امریکہ کے دورہ سے قبل اور بعد جنرل صاحب اس طرح کے بیان دیتے ہیں یا یہ ان کی شعوری کاوش کا نتیجہ ہے کہ وہ اہل مغرب پر اپنی 'روشن خیالی' واضح کرنے کے لئے داڑھی اور برقعہ کو اپنے ذوقِ اعتدال پسندی کا تختۂ مشق بناتے ہیں؟

www.KitaboSunnat.com

'مولویوں' کا اسلام؟

یہ ملک 'اسلام' کے نام پر بنا تھا۔ پاکستان کا مطالبہ کرنے والوں کے لئے اسلام کے نظامِ حیات کی عملی تجربہ گاہ کا حصول پاکستان کا اوّلین مقصد تھا۔ مگر قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ہی یہاں کے مٹھی بھر سیکولر اور اشتراکی دانشوروں نے ہندو ارکانِ اسمبلی کے ساتھ مل کر پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کی جدوجہد شروع کردی۔ انہوں نے متواتر پراپیگنڈہ کیا کہ اگر پاکستان میں اسلام کو نافذ کیا گیا تو اس ملک پر مولویوں کا قبضہ ہوجائے گا جو اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک کریں گے۔ بدقسمتی سے یہاں زمامِ اقتدار بھی ایسے حکمرانوں کے ہاتھ میں رہی جو فکری طور پر یا تو سیکولر تھے یا اسلام سے ان کی وابستگی گہری نہ تھی۔ لہٰذا اسلامی نظام کے نفاذ کو مؤخر کرنے کے لئے نت نئی اصطلاحات وضع کی گئیں اور خالص 'اسلام' کی جگہ اس کے ساتھ مختلف سابقے اور لاحقے نتھی کئے گئے۔ شروع شروع میں مغرب کے اتباع میں 'اسلامی فلاحی مملکت' کی اصطلاح وضع کی گئیں۔ مقصود یہ تھا کہ محض 'اسلام' قابل قبول نہیں ہے، جب تک کہ 'فلاحی' کا سابقہ اس کے ساتھ درج نہ کیا جائے۔ اس اصطلاح کے وضع کرنے میں معذرت خواہانہ انداز اس لئے اپنایا گیا کہ اہل مغرب 'اسلامی ریاست کو تنگ نظری پر مبنی ریاست' ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔ گویا ہمارے دانشوروں نے اعتراف کرلیا کہ 'اسلام' اپنے وسیع تر معنوں میں فلاحی ریاست کا تصور پیش نہیں کرتا، اسی لئے اس کے ساتھ 'فلاحی' کا اضافہ ضروری ہے۔

پھر اس ملک میں مارکس اور ماؤ کے پیروکاروں کا غوغا بلند ہوا۔ ان میں سے ایک ذاتِ شریف نے تجویز کیا کہ یہاں کے مسلمان 'سوشلزم' کو قبول نہیں کریں گے، البتہ اس کے ساتھ 'اسلامی' کا سابقہ لگا دیا جائے تو پھر بہت کم لوگ اعتراض کریں گے۔ ایک طویل عرصہ تک ہمارے دانشور 'اسلامی سوشلزم' کو ہی اس ملک کے بدنصیب عوام کی فلاح و ترقی کی واحد ضمانت بنا کر پیش کرتے رہے۔ ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کی دہائی میں مغربی دانشوروں نے اسلام کے لئے 'پولیٹیکل اسلام' اور 'عسکریت پسند اسلام' کی اصطلاحیں متعارف کرائیں۔ اسی زمانے میں اسلام کو 'فنڈامینٹلزم' بنا کر بھی پیش کیا۔ ہمارے مغرب نواز دانشوروں کی زبان پر یہ اصطلاحات اس قدر چڑھیں کہ وہ ان کی مالا جپتے نظر آئے، اُٹھتے بیٹھتے پاکستان کے اسلام

www.KitaboSunnat.com

پسندوں کو 'بنیاد پرست' اور 'عسکریت پسند' کہہ کر پکارنے لگے۔ ابھی کچھ عرصہ سے 'لبرل اسلام' کا ذکر ہونے لگا ہے۔ موجودہ حکومت نے باقاعدہ پالیسی کے طور پر 'روشن خیال اسلام' اور 'اعتدال پسند اسلام' کو متعارف کرانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہم اسلام کا روشن خیال چہرہ دنیا کو دکھائیں گے۔ ہمارے صدر صاحب نے ایک بیان میں مولویوں کے اسلام کو 'وحشی اور جاہل اسلام' کا نام بھی دیا۔ ۹/ستمبر کے بعد امریکہ کے 'روشن' دماغوں نے 'اسلام' سے 'سول اسلام' کی ترکیب وضع کی ہے۔ گویا تہذیب سے عاری یہ ننگِ انسانیت اسلام کو اپنے تئیں تہذیب سکھانا چاہتے ہیں۔

ہمارے جنرل صاحب جنہوں نے 'روشن خیال اعتدال پسندی' کا بزعم خویش فلسفہ پیش کیا ہے، بارہا ارشاد فرما چکے ہیں کہ ''ہمیں مولویوں کا اسلام نہیں چاہئے۔ ہم روشن خیال اسلام کی بات کرتے ہیں۔'' مگر انہوں نے ابھی تک نہ تو اپنے 'روشن خیال اسلام' کے خدوخال بیان فرمائے ہیں اور نہ ہی مولویوں کے پیش کردہ اسلام کی خامیوں کی فہرست قوم کو پیش کی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ 'مولویوں کے اسلام' کی بات یہی بے معنی ہے۔ کسی مولوی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ''اسلام اس کا اپنا وضع کردہ ہے۔'' اسلام قرآن وسنت پر مبنی ابدی الہامی تعلیمات کا نام ہے۔ اگر صدر صاحب کی نظر میں واقعی کوئی 'مولویوں کا اسلام' بھی وجود رکھتا ہے تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ قوم کی راہنمائی فرمائیں کہ 'مولویوں کے اسلام' اور 'حقیقی اسلام' میں کیا فرق ہے؟ اور وہ مولویوں کے اسلام کو قرآن وسنت کے مطابق نہیں سمجھتے؟ انہیں یہ بھی وضاحت کرنی چاہئے کہ وہ جس 'روشن خیال اسلام' کی بات کرتے ہیں، اس کا مصدر و ماخذ قرآن وسنت ہے یا پھر ان کی شخصی لبرل تاویلات وتعبیرات جن کا اسلام کی حقیقی روح سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے؟ اگر واقعی وہ مولویوں کے تصورِ اسلام کو تنقید کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں تو انہیں بے حد سنجیدہ استدلال کے ذریعے ان کی خامیوں کی نشاندہی کرنا چاہئے، فرانس یا کراچی میں عوامی جلسوں سے خطاب کے ذریعے اس طرح کے موضوعات پر شعلہ نوائی کا مظاہرہ کرنا کسی بھی اعتبار سے قابل قدر اُسلوب نہیں سمجھا جاسکتا۔

ان کا اندازِ بیان نہ صرف مذہب پسند عوام کو اچھا نہیں لگا، بلکہ ان کے بعض معتقد سیاسی

www.KitaboSunnat.com

راہنماؤں نے بھی اس پر ناگواری خاطر کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان مسلم لیگ (ق) سے تعلق رکھنے والے جنرل (ر) مجید ملک جو سیاستدان کے ساتھ ساتھ فوجی بھی ہیں، نے داڑھی اور برقعہ والے صدر مشرف کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ صدر مشرف سے بات کریں گے کہ اس طرح کے بیانات دینے سے پہلے مسلم لیگ کی قیادت سے مشورہ ضرور کرلیا کریں کیونکہ انہیں اس سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (نوائے وقت: ۲۰؍دسمبر ۲۰۰۴ء)

ایک نظریہ غلط یا درست تو ہوسکتا ہے، مگر یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ایک نظریہ کو 'وحشی یا جاہل' کہہ کر پکارا جائے۔ ایک انسان تو وحشی یا جاہل ہوسکتا ہے، مگر اس کا عقیدہ فی نفسہٖ جاہل کیسے ہوسکتا ہے۔ صدر صاحب خود اہل زبان میں سے ہیں، انہیں فاعل اور اسم فاعل کے درمیان علمی فرق کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے۔ اُنہوں نے اپنے مذکورہ بیانات میں جو اسلوب منتخب فرمایا، پاکستان کے حکمرانوں میں سے شاید سکندر مرزا جیسا بے دین شخص واحد حکمران ہے، جس کے اس طرح کے بیانات ریکارڈ پر ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں سکندر مرزا نے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے اسلام کے بارے میں ایسی ہی یاوہ گوئیاں کیں۔ (دیکھیں طلوعِ اسلام)

ہم نے 'سرخ جنت' کے فریب خوردہ جذباتی انڈر گریجوایٹ نوجوانوں اور انتہا پسند مارکسٹوں کی زبان سے اس طرح کے بیانات تو بارہا سنے ہیں، کسی سنجیدہ طبع دانشور کو اس انداز میں بات کرتے ہوئے کم ہی دیکھا ہے۔

صدر مشرف نے اپنے بیانات کے ذریعے یہ تاثر دیا ہے کہ وہ طبقہ علما سے بحیثیتِ اجتماعی بیزاری اور نفرت کرتے ہیں۔ وہ ان میں کسی قسم کے امتیاز کے روادار نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام اسلام پسند علما اور دینی راہنماؤں کو انتہا پسند سمجھتے ہیں۔ ایک قابل احترام طبقہ کے متعلق اس طرح کی تعمیم کو کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔ علما کے درمیان ایسے افراد موجود ہیں کہ جنہوں نے اپنے کردار سے روشن مثالیں قائم نہیں کیں، مگر ان کی معتدبہ اکثریت کریم النفس انسانوں پر مبنی ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو قال اللہ وقال الرسول کے وظیفے کے لئے وقف کررکھا ہے۔ جنرل پرویز مشرف 'القاعدہ' کو پسند نہیں کرتے، اُنہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس ملک کے اکثر علما 'القاعدہ' کی حکمتِ عملی سے متفق نہیں ہیں۔ علما کی ایک کثیر تعداد تو

www.KitaboSunnat.com

اسامہ بن لادن کی سخت مخالف ہے۔ پھر نہ جانے وہ ایک ہی وار میں سب علماء کو تختۂ مشق کیوں بناتے ہیں۔ ویسے بھی یہ بات حقیقی روشن خیالی کے اُصولوں کے منافی ہے کہ ایک طبقہ کو بلااستثنا اس طرح کی تنقید کا نشانہ بنایا جائے۔ وزیر اعظم جناب شوکت عزیز نے بھی علماء ومشائخ سے خطاب کرتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ وہ ذمہ دارانہ کردار ادا کریں اور اپنے درمیان غلط لوگوں کو داخل نہ ہونے دیں جس سے ان کا امیج عوام میں متاثر ہوتا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت)

اگر صدر صاحب اپنے خطبات میں داڑھی اور پردہ جیسے اسلامی شعائر کا یوں ہی مذاق اُڑاتے رہے، تو پھر حکومت علماء ومشائخ سے اس طرح کا کردار ادا کرنے کی توقع کیونکر کرسکتی ہے۔ اگر طبقہ علما (جنہیں آپ نفرت سے مولوی کہتے ہیں) اس قدر ہی قابل مذمت ہے تو پھر حکومت آئے دن علماء ومشائخ سے کنونشن بلانے کا ڈھونگ کن مقصد کی تکمیل کے لئے رچاتی رہتی ہے؟

پردہ اور اقبال وقائد

جنرل پرویز مشرف قائداعظم اور علامہ اقبال کی روشن خیالی کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے جناح اور اقبال کے سوانح وافکار کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا۔ ان دو اکابرین کے ناموں کا سہارا لے کر وہ مغرب کی روشن خیالی کو اسلام کے نام پر بننے والی اس مملکتِ خداداد میں رواج دینا چاہتے ہیں۔

نجانے ہمارے حکمران جناح اور اقبال جیسے اکابرین کے نام پر اپنی مزعومہ جدیدیت کو فروغ دینے کی حکمتِ عملی کیوں اختیار کرتے ہیں۔ اگر پرویز مشرف اتاترک کو واقعی اپنا آئیڈیل اور رول ماڈل سمجھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ سیکولرازم کے نفاذ کے لئے محمد علی جناح اور علامہ اقبال کی آڑ نہ لیں کیونکہ جن لوگوں نے ان دو شخصیات کے افکار کا مطالعہ کیا ہے، وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کے پیش نظر سیکولر ریاست کا تصور ہرگز نہ تھا۔ اتاترک سیکولر، لبرل اور ملحد تھا، اس نے اپنے نظریات کو عملی جامہ پہنچانے کے لئے بے حد سفاکانہ طرزِ عمل اختیار کیا مگر کسی کے نام کی آڑ نہ لی۔

www.KitaboSunnat.com

صدر پرویز مشرف اتاترک کی طرح واضح طور پر اسلام کی نفی بھی نہیں کرتے۔ لندن میں بھی اپنے خطاب میں انہوں نے کہا کہ پاکستان لا إله إلا الله کے نعرہ پر بنا تھا اور میں اب بھی یہ نعرہ لگانے کو تیار ہوں (نوائے وقت: ۹ر دسمبر) اگر واقعی وہ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ پھر داڑھی اور شعائر اسلام کے متعلق ان کے بیانات ناقابل فہم ہیں۔ یہ شعائرِ اسلام اپنی روح کے اعتبار سے کلمہ طیبہ ہی کا پرتو ہی تو ہیں۔ کلمہ طیبہ پر یقین رکھنے والا مسلمان کسی ایسے شعار کی تضحیک کا تصور بھی نہیں کرسکتا جسے ملتِ اسلامیہ حکم الٰہی سمجھتے ہوئے صدیوں سے اختیار کرتی آئی ہے۔

▣ سرسید احمد خان اپنے دور میں 'روشن خیال' اور 'ترقی پسند' سمجھے جاتے تھے۔ آج بھی اُنہیں اس حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ داڑھی کے بارے میں تو ان کے بارے میں کچھ لکھنا سعی لاحاصل ہوگا کیونکہ جس شخص نے ان کی تصویر دیکھ رکھی ہے، وہ داڑھی کے متعلق ان کے خیالات کو بخوبی جانتا ہے۔ اگرچہ سرسید مغربی تہذیب کے بہت سے مظاہر سے بے حد مرعوب تھے اور اپنی قوم کو ان کے اپنانے کی تبلیغ کرتے رہتے تھے مگر پردہ کے بارے میں ان کا نقطہ نظر اور طرزِ عمل اس وقت کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں سے بالکل مختلف نہ تھا۔

ہمارے آج کے روشن خیال دانشور جو 'ملا' کے مقابلے میں سرسید احمد خان کے 'روشن خیال اسلام' کا بار بار تذکرہ کرتے رہتے ہیں، ان کی اطلاع کے لئے ہم سرسید احمد خان کے ایک مضمون سے درج ذیل اقتباس نقل کرتے ہیں:

''ان دنوں میں عورتوں کے پردے کی نسبت متعدد تحریرات اخباروں میں شائع ہوتی ہیں اور ہمارے بعض عزیز جن کو ہم لحمك لحمي کہہ سکتے ہیں اور بعض ہمارے مخدوم جن کو ہم فخر قوم کہہ سکتے ہیں، پردے کے مخالف ہیں مگر ہم کو گو لوگ نئے فیشن کا سمجھیں مگر ہم تو اگر اسی پرانے فیشن کے نہیں ہیں تو دقیانوسی مزاج کے تو ضرور ہیں اور اسی لئے ہم اپنے مخدوموں کی رائے کے مخالف ہیں اور عورتوں کا پردہ جو مسلمانوں میں رائج ہے، اس کو نہایت عمدہ سمجھتے ہیں۔ یہ خیال کرنا کہ اگر پردے کی رسم اُٹھ جائے تو ہندوستانیوں کو انگریزوں سے زیادہ راہ ورسم اور ارتباط کا موقع ملے گا، محض غلط خیال ہے۔'' (مقالاتِ سرسید: حصہ پنجم، صفحہ ۱۸۶)

سرسید اپنے ہم وطن مسلمانوں کی پسماندگی پر بہت دل برداشتہ رہتے تھے اور انہیں ترقی کی

www.KitaboSunnat.com

طرف مائل کرنے کے لئے انہوں نے زندگی بھر جدوجہد کی۔ مگر ان کی روشن خیالی بھی شاید 'ناقص' اور 'سطحی' تھی کیونکہ وہ برقعہ پہننے کو چھوٹا معاملہ نہیں سمجھتے تھے، نہ ہی داڑھی ان کی روشن خیالی میں رکاوٹ تھی۔ وہ عجیب 'روشن خیال' تھے جنہیں نقاب میں چھپی خواتین 'اسلام کی پسماندہ تصویر کشی' کرتی نظر نہیں آتی تھیں۔ جناب پرویز مشرف کو چاہئے کہ وہ سرسید کے دقیانوسی ہونے کا فتویٰ صادر فرمائیں۔

سرسید کی مندرجہ بالا تحریر سے ہم پر یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ ان کے دور میں بعض 'مخدوم' اور 'فخر قوم' ایسی نابغہ روزگار ہستیاں بھی تھیں جو انگریزوں سے ارتباط بڑھانے کے لئے اپنی عورتوں کو پردہ سے باہر لانا چاہتے تھے اور ان کی اس خواہش کی تکمیل کی راہ میں کوئی ملی حمیت بھی سدِ راہ نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ 'فخر قوم' تھے جنہوں نے اس برصغیر کے جدید مسلمانوں میں بے پردگی جیسی 'ترقی پسندانہ' روش کو اپنانے کے لئے اولین دستے کا کام دیا، اور آج ان کے جانشین اسے 'روشن خیالی' کا ناقابل انفکاک حصہ گردانتے ہیں!!

▣ علامہ اقبالؒ کے 'روشن خیال' ہونے کا معاملہ بھی ہمارے روشن خیالوں کے ہاں متنازع فیہ ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں کہ علامہ اقبال نے اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی ابتدا کی، مگر ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کے عشرے کے اکثر ترقی پسند مصنّفین نے علامہ اقبال کو رجعت پسند قرار دیا۔ صدر مشرف کیونکہ علامہ اقبالؒ کو 'روشن خیال' سمجھتے ہیں اور اس قوم کو 'اقبال کا اسلام' اپنانے کی تبلیغ بھی فرماتے رہتے ہیں۔ اسی لئے داڑھی اور پردہ کے بارے میں اقبال کے نقطہ نظر کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اگر جنرل پرویز مشرف کی روشن خیالی کے میزان میں اقبال کی شخصیت کو تولا جائے، تو وہ ترقی دشمن اور 'انتہا پسند' قرار پائیں گے، کیونکہ انہوں نے کبھی خود تو داڑھی نہ رکھی مگر ہمیشہ داڑھی والوں کا احترام کیا اور ان سے داڑھی کے متعلق ایک بھی مصرعہ یا قول منسوب نہیں ہے جس میں انہوں نے داڑھی کی تضحیک کی ہو، نہ ہی انہوں نے کبھی کہا کہ ''مجھے نہ کہو کہ میں داڑھی رکھوں۔''

پردہ کے متعلق تو وہ انتہا درجہ کے 'بنیاد پرست' تھے۔ علامہ اقبال کی والدہ، تینوں بہنیں اور تینوں بیویاں پردے کی سخت پابندی کرتی تھیں، یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ گول میز کانفرنس میں

www.KitaboSunnat.com

شرکت کرنے کے لئے جب وہ لندن میں مقیم تھے تو برطانوی حکومت نے انہیں ایک وفد کے سربراہ کے طور پر اسپین کا دورہ کرنے کی پیش کش کی تھی۔ شرط یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھ اپنی بیگم صاحبہ کو لے جائیں گے جو پردہ نہیں کریں گی۔ اپنے وقت کے سب سے بڑے مسلمان شاعر ودانشور نے برطانوی حکومت کی اس پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ علامہ اقبالؒ اپنی بیگمات کے ساتھ کسی عوامی مجلس میں شریک نہ ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے جنرل پرویز مشرف صاحب کے علم میں علامہ اقبال کی یہ 'تاریک خیالی' نہیں ہے ورنہ وہ یا تو علامہ اقبالؒ کی فکر پر مبنی پاکستان بنانے کا ذکر نہ کرتے یا پھر انہیں نقاب پوش مسلمان عورتیں 'پسماندگی کی تصویر' ہرگز نظر نہ آتیں۔ عین ممکن ہے کہ عورتوں کو گھر کے اندر 'قید' رکھنے کی وجہ سے وہ اقبال کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے۔

▣ محمد علی جناح کے روشن خیال ہونے پر ہمارے تمام سیکولر اور سوشلسٹ دانشور متفق ہیں۔ جناح کا گھرانہ خاصا روایتی قسم کا تھا۔ ان کی والدہ پردے کی پابند تھیں، ان کی پھوپھیاں بھی پردہ کرتی تھیں۔ قائداعظم خود پردے کے متعلق اتنے سخت نہ تھے، ان کی بہن فاطمہ جناح بھی پردہ نہیں کرتی تھیں، مگر قائداعظم کے بیانات میں سے ایک بیان بھی پردے کی مذمت یا تضحیک پر مبنی نہیں ملتا۔ انہوں نے کبھی پردے کو پسماندگی کی علامت قرار نہیں دیا۔ قائداعظم کی تقاریر و بیانات کا مفصل ریکارڈ موجود ہے۔ بزمِ اقبال، لاہور نے ان کی تقاریر و بیانات کو پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اس میں ایک بھی ان کا بیان ایسا نہیں ہے جو صدر پرویز مشرف کی 'روشن خیالی' کے لئے رہنمائی کا کام دے سکے۔ بلکہ مسلم لیگ کے کئی جلسوں کی رپورٹ کے ضمن میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ان جلسوں میں مسلمان خواتین شریک ہوتی تھیں مگر وہ دوسرے خیمہ میں پردے کی اوٹ میں مردوں سے الگ رہتی تھیں۔

مسلم لیگ ۱۹۴۰ء کے اجلاس کی تصویر میں ایک برقعہ پوش خاتون بھی نظر آتی ہیں، یہ بیگم مولانا محمد علی جوہر کی تصویر ہے، جو صوبہ یو پی کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ بانی پاکستان نے کبھی پردے کی اوٹ میں بیٹھ کر ان کی تقاریر سننے والی مسلمان خواتین کو یہ ہدایت نہ کی کہ ''اب زمانہ بدل گیا ہے، لہٰذا تم پردہ چھوڑ دو۔'' نہ ہی انہوں نے بیگم محمد علی جوہر کے پردہ پر اعتراض کیا۔

www.KitaboSunnat.com

جناح کے کسی بیان میں داڑھی اور شعائرِ اسلام کی تضحیک کا تاثر نہیں ملتا۔

معلوم ہوا کہ جنرل مشرف صاحب جس 'روشن خیالی' کا پھریرا بلند کررہے ہیں، اس کا فکری سرچشمہ فکر اقبال ہے، نہ طرزِ قائداعظم ! پھر اس کا سرچشمہ آخر کہاں ہے؟ ہم اس پر بات تھوڑی دیر کے لئے مؤخر کرتے ہیں۔

پردہ اور اربابِ سیاست

نجانے صدر پرویز مشرف کے ذہن میں یہ بات کیونکر پیدا ہوگئی ہے کہ اس ملک میں ایک اقلیتی طبقہ اکثریتی طبقہ پر پردہ 'مسلط' کرنا چاہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے پاکستان کے حکمرانوں کے خاندانی ماحول کا بھی تفصیل سے جائزہ نہیں لیا، ورنہ وہ یہ خلافِ حقیقت بات شاید کبھی نہ کرتے۔ اگر وہ غور فرمائیں تو جان لیں گے کہ پاکستان کے وزرائے اعظم کی اکثریت کے خاندان پردے کے پابند رہے ہیں۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو بے حد ترقی پسند اور 'روشن خیال' حکمران تھے، ان کا سندھی گھرانہ پردے کا سخت پابند تھا۔ ان کی پہلی بیوی امیر بیگم نے مرتے دم تک پردے کی پابندی کی۔ بے نظیر بھٹو نے اپنی کتاب 'دختر مشرق' میں ذکر کیا ہے کہ وہ خود میٹرک تک پردہ کرتی رہی ہیں۔ پرویز مشرف کے اپنے دور کے تین وزرائے اعظم میں سے دو، یعنی جناب ظفر اللہ خاں جمالی اور چوہدری شجاعت حسین کے گھرانے پردے کے پابند ہیں البتہ جناب شوکت عزیز کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے!!

ماضی کے حکمرانوں میں پاکستان کے سابق وزیراعظم چوہدری محمد علی، صدر ایوب خان، صدر جنرل یحییٰ خان، سابق وزیراعظم بلخ شیر مزاری، سابق گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین کے گھرانے پردے کے پابند تھے۔ سابقہ مغربی پاکستان کے گورنر نواب آف کالا باغ کا گھرانہ پردے کے متعلق متشددانہ رویہ رکھتا تھا۔ سابق صدر فاروق لغاری کا خاندان بھی پردہ کرتا ہے۔ مغربی پاکستان کے وزرائے اعلیٰ میں سے نواب مشتاق گورمانی، سردار عبدالحمید دستی، گورنر جنرل موسیٰ خان کے گھرانے پردے کی پابندی کرتے تھے۔

صدر پرویز مشرف کے دور کے موجودہ چار وزرائے اعلیٰ میں سے تین یعنی پنجاب کے وزیراعلیٰ چوہدری پرویز الٰہی، سرحد کے وزیراعلیٰ اکرم خان درانی اور بلوچستان کے وزیراعلیٰ جام

www.KitaboSunnat.com

یوسف کے خاندان کے بارے میں یقینی حد تک یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ پردے کے پابند ہیں۔ میاں نواز شریف کا گھرانہ بھی نیم پردے کا قائل ہے۔ یہ ایک نامکمل فہرست ہے مگر تب بھی یہ ایک ناقابل تردید ثبوت ہے اس بات کا کہ پاکستان میں پردہ کسی پر 'مسلط' نہیں کیا جاتا بلکہ یہاں کی اسلامی اقدار اور رواج دونوں کے احترام کی وجہ سے پردہ کی روایت مسلمہ ہے۔

عالم اسلام میں سعودی عرب میں تو خیر کسی عورت کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت ہے نہ وہ ڈرائیونگ کرسکتی ہے۔ مگر ملائیشیا، یمن، اُردن، انڈونیشیا، بحرین، کویت وغیرہ میں کالجوں اور یونیورسٹی کی طالبات یا تو پردہ کرتی ہیں یا سکارف ضرور لیتی ہیں۔ صدر مشرف امریکہ آتے جاتے رہتے ہیں، اُنہیں چاہئے کہ وہ امریکہ میں مسلم خواتین کی ایک تحریک کے بارے میں معلومات ضرور حاصل کریں جس کا ماٹو ہے: 'حجاب میں آزادی' (Freedom in Hijab) ان میں اچھی خاصی تعداد سفید فام امریکی عورتوں کی ہے جنہوں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کرنے کے بعد پردہ اپنایا ہے۔ کیا صدر مشرف انہیں بھی 'پسماندہ' کہیں گے۔

ویسے ان کے مربی جارج بش کو بھی کبھی ان پردہ پوش خواتین کو پس ماندہ کہنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اگر وہ کہہ بھی دیتے تو انہیں اپنے الفاظ واپس لینے پڑتے کیونکہ وہاں کا آئین بہرحال کسی طبقہ کی اس طرح کھلی تضحیک کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمارے ہاں کا آئین بھی اس کی اجازت نہیں دیتا، مگر جہاں آئین کے آرٹیکل ۶ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آرمی چیف، جمہوری حکومتوں کا تختہ اُلٹ دیتے ہیں، تو ان کا کچھ نہیں بگڑتا، وہاں پردہ جیسے شعائر اسلام کے خلاف بیان دینے میں ان کی باز پرس کیونکر ہوسکتی ہے۔

دانشوروں اور اہل قلم کا ردّعمل

صدر پرویز مشرف کے مذکورہ بیانات کے خلاف پاکستان کے سنجیدہ طبقہ نے شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ ان میں صرف علما ہی نہیں، ان میں سیاستدان، صحافی، عدلیہ کے سابق ارکان اور جنرل مشرف کے حامی بعض مسلم لیگ (قائداعظم) کے سینئر راہنما بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سوائے مذہب بیزار انتہا پسند سیکولر دانشوروں کے، کوئی بھی سنجیدہ طبع شخص اس طرح کے بیانات کو تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔

www.KitaboSunnat.com

▣ جنرل (ر) مجید ملک جو قائداعظم مسلم لیگ کے سینئر راہنما اور قومی اسمبلی کے رکن ہیں، نے مشرف صاحب کے بیان کو 'غیر حکیمانہ' قرار دیتے ہوئے کہا:

''صدر مشرف کو ایسے سیاسی موضوعات پر بات کرتے ہوئے ہم سے مشورہ کرنا چاہئے تھا۔ ہم صدر صاحب سے اس ضمن میں بات کریں گے۔'' (نوائے وقت: ۱۸ دسمبر ۲۰۰۴ء)

▣ علامہ اقبال کے فرزند جسٹس (ر) جاوید اقبال نے نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کے پلیٹ فارم پر ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''روشن خیالی، اعتدال پسندی سیاسی نعرہ ہے۔ اس کا علامہ اقبال اور قائداعظم کی روشن خیالی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ روشن خیال اعتدال پسندی کا تصور 'مصلحتِ وقت' کے تحت پیش کیا گیا ہے۔'' (روزنامہ جنگ: ۲۵ دسمبر ۲۰۰۴ء)

▣ جناب عبدالقادر حسن ایک معروف اور سینئر کالم نگار ہیں، ان کی آرا کو بے حد وقیع سمجھا جاتا ہے، وہ اپنے اسلوب میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم دیکھ رہے ہیں کہ اچانک کچھ لوگ کہیں سے برآمد ہوگئے ہیں اور انہوں نے اپنے دائرۂ کار میں پاکستانی مسلمانوں کی پاکستانی روح اور جذبے پر حملے شروع کردیئے ہیں۔ کوئی کسی مسلمان کے چہرے پر داڑھی دیکھ کر اسے نوچ لینا چاہتا ہے، کوئی کسی مسلمان خاتون کی چادر کو اس کے سر سے کھینچ لینا چاہتا ہے، کوئی مدرسوں کو فتنہ وفساد کا مرکز ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے تاکہ یہاں کوئی خدا اور رسولؐ کا نام نہ لے سکے۔ کوئی امریکہ جیسے مسلمانوں کے قاتلوں کی تعریف وتوصیف میں، جرأتیں دکھا رہا ہے اور کوئی یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ پاکستان کے اندر ہندو کلچر اور ثقافت کو چلتا پھرتا اور ناچتا گاتا دیکھنا چاہتا ہے۔

برصغیر میں جس گروہ کو کبھی ترقی پسند کہا جاتا تھا، اب نئے دور میں اسے روشن خیالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 'ترقی پسند' سوویت یونین کے کمیونزم کی علامت اور پہچان تھی، اب چونکہ امریکہ کا دور آ گیا ہے، ساز بدل گئے ہیں، اس لئے اس اصطلاح میں نام کی تبدیلی کردی گئی ہے اور وہ لوگ جو کبھی ترقی پسند کہلاتے تھے، اب روشن خیال کہلانے لگے ہیں لیکن ہیں وہی کے وہی۔ انہوں نے صرف تبدیلی نام کا اشتہار چھپوایا ہے اور سوویت یونین کی تحلیل کے ساتھ ہی بقول شخصے وہ ماسکو سے واشنگٹن جانے والی پہلی ڈائریکٹ پرواز سے فی الفور روانہ ہوگئے۔ اب یہ واشنگٹن میں لینڈ کرگئے ہیں اور ماسکو کی جگہ واشنگٹن کی ایجنٹی کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈالر روبل سے کہیں زیادہ خوش نما اور ذائقہ دار ہے۔ ان لوگوں کی قسمت میں کسی نہ کسی

www.KitaboSunnat.com

کی آ نجہانی لکھ دی گئی ہے۔‘‘ (روزنامہ جنگ: ۲۳؍ دسمبر ۲۰۰۴ء)

جنابِ عبدالقادر حسن نے روشن خیالوں کا جو کچھ چٹھہ بیان کیا ہے، وہ بالکل حقائق کے مطابق ہے۔ جنرل مشرف کا اُنہوں نے نام نہیں لیا، مگر ان کا روئے سخن کس کی طرف ہے قارئین کو ٹامک ٹومیاں مارنے کی ضرورت نہیں پڑتی، وہ فوراً اصل مخاطب تک پہنچ جاتے ہیں۔

▣ جاوید چودھری بے حد ذہین اور مقبول کالم نگار ہیں۔ روزنامہ جنگ میں ’زیرو پوائنٹ‘ کے عنوان سے مستقل کالم لکھتے ہیں۔ پاکستان کے عام شہری کی طرح وہ بھی ’روشن خیالی‘ کے بڑھتے ہوئے سائے سے پریشان لگتے ہیں۔ ’روشن خیال اور اعتدال پسند معاشرہ‘ کے عنوان سے اُنہوں نے ایک بے حد فکر انگیز کالم تحریر کیا جس میں یورپ میں مروّجہ ’روشن خیالی‘ کے بھیانک چہرے کو بے نقاب کرتے ہوئے اہل وطن کو اس فکری وبا کے مہلک مضمرات سے متنبہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

’’پیرس شہر میں پچھلے دس برس میں نکاح کا کوئی ’سانحہ‘ پیش نہیں آیا۔ ابھی چند روز پہلے جب ایک جوڑے نے چرچ پہنچ کر باقاعدہ نکاح کی خواہش ظاہر کی تو اس واقعہ پر سخت حیرت کا اظہار کیا گیا۔ جس وقت یہ شادی وقوع پذیر ہورہی تھی، اسی وقت یہ انکشاف ہوا کہ پیرس شہر میں پچھلے دس سال میں طلاق کا کوئی کیس رجسٹر نہیں ہوا۔ کسی عدالت، کسی کونسل میں کوئی ایسا جوڑا نہیں آیا جس نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو۔ لوگوں نے پوچھا ’’کیوں؟‘‘ جواب ملا: ’’جب دس برس میں کوئی شادی ہی نہیں ہوئی تو طلاق کیسے ہوگی؟‘‘

یورپی معاشرے کی وہ تصویر کشی اس طرح کرتے ہیں:

’’یہ ایک روشن خیال اور اعتدال پسند معاشرے کی تصویر ہے۔ وہ معاشرہ جس میں بچیاں بلوغت سے پہلے حاملہ ہوجاتی ہیں، زندگی میں کئی بار اسقاط سے گزرتی ہیں، نابالغ ہونے کے بعد ہر ہفتے بوائے فرینڈ بدلتی ہیں، کسی کی پارٹنر بن کر سال دو سال اس کے فلیٹ میں گزارتی ہیں، شراب خانوں اور کلبوں کی دلدل میں اُترتی ہیں۔ زندگی کے اس سفر کے دوران اگر قدرت ان کی گود ہری کردے اور وہ اس ہریالی کو سنبھال لیں تو انہیں یہ تک معلوم نہیں ہوتا یہ بچہ ان کی کون سی بھول، کون سی محبت کی نشانی ہے۔ یہ بچے بھی دس سے چودہ برس تک ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کے بعد کسی روز آنکھ کھلتی ہے تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اولاد بھی

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کی اعتدال پسندی اور روشن خیالی میں تحلیل ہوچکی ہے۔ پیرس شہر کے اندر ایسی بے شمار اعتدال پسند اور روشن خیال سڑکیں ہیں جو شام ہوتے ہی ہم جنس پرستوں کی منڈیاں بن جاتی ہیں جہاں روشن خیال مرد روشن خیال مردوں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور اعتدال پسند عورتیں اعتدال پسند عورتوں کو دعوت دیتی ہیں۔ یہ سلسلہ صرف فرانس تک محدود نہیں اس وقت پورا یورپ، امریکہ اور مشرقِ بعید اس روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے ہاتھوں تباہ ہوچکا ہے۔''

کتنی دردمندی اور جگر سوزی کے تحت جاوید چودھری نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مغرب جس روشن خیالی سے تنگ آ کر دوبارہ مذہب کی گود میں پناہ لے رہا ہے، ہم اس کی طرف دوڑ رہے ہیں:

''آپ یورپ اور امریکہ کے معاشروں کا بغور مطالعہ کریں، گہرائی سے ان کا تجزیہ کریں آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ معاشرے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی دلدل میں دھنس چکے ہیں اور وہاں کی حکومتیں اور دانشور انہیں اسی دلدل سے نکالنے کی کوشش کررہے ہیں۔ وہ وقت کے پہیے کو واپس دھکیلنے کی سعی کررہے ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں ہم لوگ روایت، مذہب اور ثقافت سے بھرپور معاشرے کو اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی صلیب پر چڑھا رہے ہیں۔ ہم لوگ اپنے پاک صاف جسم کو لنڈے کے کپڑے پہنا رہے ہیں۔ اپنے چمکدار چہرے پر مغرب کی گندگی مل رہے ہیں اور یورپ اور امریکہ کی گندی جرابوں کی ٹوپی سی کر سر پر پہن رہے ہیں۔ یہ ہم کیا کررہے ہیں؟'' (روزنامہ جنگ، ٦ جنوری ٢٠٠٥ء)

▣ جناب عرفان صدیقی صاحب جنہوں نے امریکی استعمار کی وحشیانہ غارت گری کے خلاف پاکستانی عوام ہی نہیں، ملتِ اسلامیہ کے جذبات کی مسلسل ترجمانی کا بے حد تابناک فریضہ انجام دیا ہے، نے اپنے کالموں میں مشرف حکومت کی نام نہاد روشن خیالی کا بے حد مؤثر انداز میں پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ اپنے ایک کالم 'انتہا پسندی اور روشن خیالی' میں صدر پرویز مشرف کے بیان پر عالمانہ تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا:

''نائن الیون کے تناظر میں ہمارا مقدر بن جانے والا ذہنی، نفسیاتی اور اعصابی دباؤ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف شدید ہوتا جارہا ہے بلکہ اب اس کی حدیں ہمارے مسلمہ عقائد اور نظریاتی و تہذیبی تشخص سے بھی چھیڑ چھاڑ کرنے لگتی ہیں۔ اب ہم روشن خیال

www.KitaboSunnat.com

اعتدال پسندی کے فلسفے کی عملی تعبیر کے لئے ایسے نازک اور حساس معاملات کو تختۂ مشق بنانے لگے ہیں جن کا تقدس صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ عفت و حیا ہماری خواتین کا سرمایۂ اعزاز ہیں، ہمارے ہاں پردے کا مسئلہ محض رواج نہیں، ٹھوس مذہبی حوالہ رکھتا ہے۔ جس طرح ہم مغرب کو نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنی عورتوں کو بے لباس، عریاں اور بے حیا نہ بنائے کہ اس سے ذوقِ لطیف مجروح ہوتا اور نسوانیت کی توہین ہوتی ہے، اسی طرح مغرب کو بھی یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ہماری باپردہ اور حیادار خواتین کو پسماندگی اور تنگ نظری کا نمونہ قرار دے۔ یہ تجزیہ کسی طور درست نہیں کہ نقاب میں چھپی خواتین نظریۂ اسلام کی پسماندہ تصویر پیش کرتی ہیں۔ 'دہشت گردی' کی طرح پسماندگی اور روشن خیالی کے معنی میں خلط ملط کر دیئے گئے ہیں۔ نیلگوں ساحلوں کے کنارے، مگرمچھوں کی طرح ریت پر پہلو بدلتی عریاں عورتیں، ترقی و روشن خیالی کا نمونہ ہیں اور نقاب و حجاب میں لپٹی وہ عفت مآب خواتین پسماندہ اور قدامت پرست ہیں جن کی چادروں سے فرشتوں کے پروں کی خوشبو آتی ہے اور جن سے سورج کی کرنیں بھی نگاہیں جھکا کر ملتی ہیں۔'' (نوائے وقت: ۹/دسمبر ۲۰۰۴ء)

▣ ایک اور کالم میں وہ 'روشن خیال اعتدال پسندی' کو طنزاً 'جہاد اکبر' کا نام دیتے ہوئے تبصرہ کرتے ہیں:

''گزشتہ دو تین سالوں سے پاکستان کو عالمی سطح پر ایک مہذب، روشن خیال اور اعتدال پسند ریاست کے طور پر پیش کرنے کی کوششیں 'جہادِ اکبر' کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔ پاکستان کے بارے میں عمومی بین الاقوامی تاثر کے خراب ہونے کے اسباب میں انتہا پسندی، بنیاد پرستی، مذہبی جنون، کشمیر اور افغانستان میں دراندازی، دینی مدارس، فرسودہ نصابِ تعلیم، ناموسِ رسالت اور حدود آرڈیننس جیسے ضابطوں، برقعوں اور داڑھیوں وغیرہ کی نشاندہی کی گئی۔ مرض کی تشخیص اور اسباب کے تعین کے ساتھ ساتھ شافی علاج کے لیے 'روشن خیال اعتدال پسندی' کا مجرب نسخہ بھی تجویز کیا گیا ہے۔'' (نوائے وقت: ۲۳/دسمبر ۲۰۰۴ء)

▣ صدر پرویز مشرف کی طرف سے نیا فلسفہ پیش ہوتے ہی ہمارے سیکولر دانشوروں میں سے بعض نے 'روشن خیال اسلام' کا راگ درباری الاپنا شروع کر دیا ہے۔ ان مذہب بیزار دانشوروں کی اس منافقانہ روش پر طنز کرتے ہوئے معروف دانشور ڈاکٹر اے آر خالد، جو پنجاب یونیورسٹی میں شعبۂ ابلاغیاتِ عامہ کے پروفیسر ہیں، لکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''صدر کے اسلام کی روشن خیالی کے تصور پر وہ سارے دانشور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے جو پہلے اسلام کے خلاف تھے جو اسلام کے نظام کو چودہ سال پرانا کہہ کر اس میں من پسند تبدیلیاں کرنا چاہتے تھے۔ جن کو تکلیف ہوتی تھی، جب کوئی یہ کہتا کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا ہے۔ جو اسلام کو مولوی کی میراث سمجھ کر اس کی مخالفت کرتے رہے، جو اسلام کے نام لیواؤں کی مخالفت کرنے کو اپنا دھرم سمجھتے رہے، جو اسلامی شعائر کا مذاق اُڑاتے رہے، جو کبھی روس کی، کبھی بھارت کی ایجنٹی کرتے رہے، جو آج بھی کسی کے ایجنٹ ہیں، وہ سارے اسلام کی روشن خیالی کے مبلغ ہیں۔''

وہ لکھتے ہیں: ''امریکی قونصل جنرل کے گھر مفت کی شراب پی کر وہاں سجدہ ریزی کرنے والوں کو بھی میں نے نظریۂ پاکستان کی نفی کرتے، اسلام کا تمسخر اُڑاتے اور روشن خیالی اسلام کی تشریح کرتے دیکھا ہے۔''

پرویز مشرف صاحب کی توجہ اسلام کے روشن خیالی کے صحیح تصور کی طرف مبذول کرتے ہوئے ڈاکٹر اے آر خالد نے اُنہیں صحیح نصیحت کی ہے:

''جنابِ صدر! اسلام کی روشن خیالی یہ ہے کہ خدا کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کیا جائے۔ اس کے نسخہ میں اچھا ہونے کے لئے یہود و ہنود سے دوستی بے فائدہ ہے۔ اس کے نسخہ میں ایسا ہونے کیلئے اسے رازق اور مددگار ماننا ہے، کسی اور کو مددگار ماننے والے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔'' ('موجودہ حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ' نوائے وقت: یکم جنوری ۲۰۰۵ء)

▣ روزنامہ نوائے وقت ہی کے ایک کالم نگار جناب سعید آسی نے صدر پرویز مشرف کے بے باکانہ بیانات پر اپنے حیرت و استعجاب کا اظہار یوں کیا ہے:

''حیرت یہ ہے کہ ان کے ایسے بے باکانہ ارشادات بھی آسانی کے ساتھ ہضم کئے جارہے ہیں۔ کیا شعائرِ اسلام کی اس سے بڑی تضحیک ہوسکتی ہے؟ مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدرِ مملکت یہ سب کچھ رواداری میں کہے جارہے ہیں، انہیں نہ کسی تعزیر کا دھڑکا ہے اور نہ کسی تحریک کا خوف، خود کو عقل کل سمجھ کر وہ اپنے فرمائے ہوئے کو ہی مستند سمجھ رہے ہیں جبکہ شعائر اسلامی کے دعویدار کئی حکومتی اکابرین بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائے جارہے ہیں۔'' (مضمون 'ایسی بے باکی؛ ایسی بے بسی' نوائے وقت: ۲۲ر دسمبر ۲۰۰۴ء)

▣ روزنامہ نوائے وقت نے حسبِ معمول جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی روایت

www.KitaboSunnat.com

کو برقرار رکھتے ہوئے صدر مشرف کے ان بیانات کا اپنے کئی اداریوں میں سخت نوٹس لیا ہے۔ اپنے اداریے میں اس مؤقر جریدے نے صدر پرویز مشرف کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ

''روشن خیالی اور اعتدال پسندی صرف پارلیمانی اداروں میں خواتین کی نمائندگی بڑھانے اور نئے ٹی وی چینلوں کو کھلی چھٹی دے کر نشریات کا موقع فراہم کرنے کا نام نہیں، حدود آرڈیننس اور توہین رسالت ایکٹ کے خاتمے اور داڑھی، پردے کو گھروں تک محدود کرنے سے بھی معاشرے میں رواداری، برداشت اور کشادہ نظری کا کلچر فروغ نہیں پاسکتا۔ اسلام اعتدال اور میانہ روی کا دین ہے، معاشرے میں 'انتہا پسندی' جمہوریت اور جمہوری کلچر سے گریز کا شاخسانہ ہے اور اسلام کے منافی اقدامات کا ردعمل ہے، جو مختلف ادوار حکومت میں مسلم اکثریت کے جذبات واحساسات کو بالائے طاق رکھ کر کئے جاتے رہے۔ رواداری اور اعتدال پسندی کا تقاضا ہے کہ اختلافی نقطہ نظر رکھنے والوں کو بھی برداشت کیا جائے۔ امریکی حکمرانوں اور عہدیداروں کی ہر بات پر یس سر اور یس باس کہہ کر اُسے پورا کرنے پر تل جانا تقاضائے دانش مندی نہیں جو بدقسمتی سے عالم اسلام کے کئی حکمرانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔''

('اقبال وقائد کا روشن خیال پاکستان؛ منطقی تقاضے' اداریہ ۲؍جنوری ۲۰۰۵ء) (ع۔ص)

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر)

''اپنے ربّ کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔''

عید الاضحیٰ کے موقع پر اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کو بھی یاد رکھیں!

افغان کیمپوں میں مقیم بے گھر مہاجرین

جنہیں امریکی جارحیت نے کھلے آسمان تلے پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

اور ایسے غریب مستحق مسلمان جنہیں عید قربان پر ہی گوشت میسر آتا ہے۔

ایسے لوگوں تک آپ کی قربانی کو پہنچانے کیلئے اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ نے انتظام کیا ہے جہاں ٹرسٹ کے افراد بذاتِ خود جا کر قربانی کریں گے۔ ان شاء اللہ

اپنی قربانیاں مستحق، غریب وضرورتمند لوگوں کو بھجوائیں!

اوسط زرِ قربانی	گائے میں حصہ: **2500** روپے بکرا/دنبہ: **5000** روپے

اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ کے مرکزی دفتر J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور یا مسجد کلیہ الشریعہ ۹۱ بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور میں قربانی کی رقم جمع کرائیں

(حافظ حسن مدنی، محمد یوسف، اقبال نوید) ☎ 5866476, 5866396, 0333-4213525

مسجد کلیۃ الشریعۃ میں عید الاضحیٰ کی نماز صبح ۸ بجے ہو گی۔ ان شاء اللہ